Faith and Discovery
January 2023 Vol:1, Issue:1
ISSN(p): 3007-0643
ISSN(e): 3007-0651

علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ کلام پر تحقیق کے تقاضے

Requirements of Research for the Unpublished Poetry of Allama Iqbal

حسنین عباس

معاون ادبیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

ABSTRACT: Allama Iqbal's poetry has significant role in our national, national and cultural history. Allama Iqbal's Urdu and Persian poetry has not only enriched our literary and intellectual asset but also determined its future direction. Allama Iqbal's Urdu poetry created zeal of life in nation; he also introduced revolutionary changes to the ongoing literary trends of his time. If the tendencies of a poet's personality and the different stages of the evolution of his art are in view, it becomes easier to understand the different stages of his poetic journey and to determine his poetic qualities. For this, the poetry of Allama Iqbal which he did not make a part of his published work is also an important milestone. That is why scholars in different periods have made efforts to collect and preserve this poetry of Allama Iqbal in the form of Baqiyat Kalam Iqbal and in the past period, more or less ten collections have been published. Dr. Taqi Abidi has mentioned its sources in his 'Baqiyat Iqbal'. It is also worth mentioning here that in his work he has mostly relied on the research of Dr. Saber Kalorvi. Dr. Taqi Abidi has mentioned the some poems which according to him are not included in Baqiyat Sher Iqbal of Dr Sabir Kalorvi, but it is not correct because all these poems is present in Baqiyat Sher Iqbal. The details of which are given in this article. The research given by Dr. Sabir Kalrovi in Baqiat Sher Iqbal also suggests that Dr.

Sabir Kalrovi had completed almost ninety-nine percent of the work related to Baqiat Iqbal, so it is very important to consider two issues before starting any new work on this subject; the acknowledgement of the comprehensiveness of the work done by Dr. Sabir Kalorvi and instead of presenting the Dr. Sabir Kalorvi's work in a new order, one's own research should be presented.

KEYWORDS: Unpublished Poetry, Baqiyat Iqbal, Baqiat Sher Iqbal.

علامہ اقبال کی شاعری ہماری قومی، ملی اور تہذیبی تاریخ میں مرکزی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ علامہ اقبال کی اردو اور فارسی شاعری میں نہ صرف ہمارے ادبی اور علمی سرمائے کو ثروت مند کیا ہے بلکہ اس کی مستقبل کی سمت کا تعین بھی کیا ہے۔ علامہ اقبال کی اردو شاعری نے جہاں قوم کے عروق مردہ میں جوش عمل اور حرارت پیدا کی، اپنے دور کے جاری ادبی رجحانات کو بھی انقلاب آفرین تبدیلیوں سے آشنا کیا۔ جن موضوعات اور افکار کو علامہ اقبال نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا وہ اس طرح اتنی تاثیر اور جامعیت کے ساتھ اس سے پہلے ہمارے اردو ادب کا حصہ نہ تھے۔ افکار تازہ کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال نے شاعری کے اسالیب میں بھی نئے تجربے کیے اور ایسی اصطلاحات، تراکیب، تشبیہات اور صنائع و بدائع استعمال کیے جس سے آپ کی شاعری کے اندر بھی ایک اجتہادانہ شان نظر آتی۔ علامہ اقبال کے کلام کی تشریح و توضیح اور تفہیم کے لیے علامہ اقبال کی زندگی میں ہی اہل علم کی کوششیں شروع ہو گئی تھیں اور وہ کوششیں آج تک جاری ہیں۔ کسی بھی شاعری کی شخصیت اور اس کے شعری فن کو سمجھنے کے لیے دونوں کو یکجا کر کے دیکھنا ضروری ہے۔ اگر کسی شاعر کی شخصیت کے رجحانات اور اس کے فن کے ارتقا کے مختلف مراحل پیش نظر ہوں تو اس کے شعری سفر کے مختلف مدارج کو سمجھنا اور اس کے شعری محاسن و معیار کو تعین کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے علامہ اقبال کا وہ کلام جو انہوں نے اپنے مطبوعہ کلام کا حصہ نہیں بنایا بھی ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لیے مختلف ادوار میں اہل علم نے علامہ اقبال کے اس کلام کو باقیات کلام اقبال کی صورت میں جمع کرنے اور محفوظ کرنے کے لیے کاوشیں کیں اور گزشتہ عرصے میں کم و بیش دس کے قریب باقیات کے مجموعے شائع ہوئے۔

سید عبد الواحد معینی نے باقیات اقبال کے نام سے علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ مرتب کیا۔ اس کے لیے کی جانے والی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عالی جناب دین محمد صاحب گورنر سندھ نے بھی میری رہنمائی فرمائی۔ دین محمد صاحب علامہ مرحوم کے دوستوں

میں سے ہیں اور ان کو علامہ کا بیشتر کلام حفظ ہے۔ حیدر آباد دکن میں بعض احباب نے میری مدد فرمائی۔ اور جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب زور کے نایاب کتب خانہ سے بے حد مدد ملی۔ اس کتب خانہ میں اردو رسائل و جرائد کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ ان سے بھی فائدہ اٹھایا۔ غرض گذشتہ چالیس سال سے کلام اقبال کا جمع کرنا میرا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ اور اس کے لیے میں نے اکثر طویل سفر بھی اختیار کیے:

غبار راہ گشتم سرمہ گشتم طوطیا گشتم
بچندیں رنگ گشتم تا بچشمت آشنا گشتم

میری ان ناچیز کوششوں کے نتیجہ میں میرے پاس علامہ کے اس کلام کa جو ان کی کسی مطبوعہ کتاب میں شامل نہیں کافی ذخیرہ جمع ہو گیا۔ بعض احباب نے اس مجموعہ کی اشاعت کے لیے اصرار کیا۔ بعض نے اس وجہ سے اشاعت سے منع فرمایا کہ خود علامہ نے جس کلام کو اپنے کسی کلیات میں شائع نہ کیا تھا اس کو کیوں شائع کیا جائے۔ غرض میں اسی کشمکش میں تھا کہ میری ملاقات لندن میں ۱۹۳۸ء میں شفیق محترم سر عبد القادر مرحوم سے ہوئی۔ جب میں نے اپنے مجموعہ کا ذکر صاحب موصوف سے کیا تو انہوں نے نہایت شدت سے اس مجموعہ کی اشاعت پر زور دیا۔ (معینی، ۱۹۷۸: ۸، ۹)

باقیات کو مرتب کرتے ہوئے عبد الواحد معینی نے کتنی احتیاط سے کام لیا، وہ لکھتے ہیں:

ہر نظم کے متعلق جو اس مجموعہ میں شامل ہے حتی الوسع تحقیقات کر لی گئی ہے کہ یہ نظم علامہ مرحوم ہی کی ہے۔ پھر بھی اگر کسی صاحب کی رائے میں کوئی غلطی رہ گئی ہو، تو از راہ کرم راقم الحروف کو مطلع فرمائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مجموعہ میں کچھ ایسے اشعار شائع ہو گئے ہوں جو علامہ کے مطبوعہ کلام میں موجود ہوں اور اپنے حافظہ کی غلطی سے میں نے اس مجموعہ میں بھی ان کو شامل کر لیا ہو۔ اگر ناظرین کرام نے میری مدد کی تو قوی امید ہے کہ یہ تمام خامیاں آئندہ اشاعت میں دور ہو جائیں گی۔ ناظرین کرام سے

درخواست ہے کہ اگر ان کے پاس علامہ مرحوم کا ایسا کلام موجود ہو جو ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے تو اس کو براہ کرم ارسال فرما دیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت کے وقت اس کو بھی "باقیات اقبال" میں شامل کر لیا جائے۔ مری دلی خواہش ہے کہ اس نواپرداز اسرار ازل کا ہر لفظ جو بقول مولانا سلیمان ندوی "گوشوارہ حقیقت" ہے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔(معینی،۱۹۷۸: ۱۱،۱۲)

علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ کلام کو مرتب و محفوظ کرتے ہوئے یہ سوال اہل علم کو در پیش رہا کہ جس کلام کو علامہ اقبال نے خود حذف کر دیا تھا اسے کیوں مرتب اور محفوظ کیا جائے۔ علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ کلام کے مجموعے 'رخت سفر' کے مرتب انور حارث اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ یہ سمجھنا کہ اقبال نے کس خیال کے ماتحت ایسے بلند پایہ اور روح پرور کلام "بانگ درا" میں شامل کرنے سے گریز فرمایا۔ یوں تو با آسانی کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ایک وجہ علامہ اقبال کی نظر ثانی اور حسن تنقید و انتخاب ہے لیکن اس جواب سے محققین کی تشفی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ان محذوفات میں ایک کثیر تعداد ایسے اشعار کی بھی پائی جاتی ہے جو "بانگ درا" کے اشعار کے مقابلے میں پست اور فروتر نہیں ہیں۔ پھر کس بنا پر ایسے معیاری کلام کو "بانگ درا" میں درخور اشاعت نہیں سمجھا گیا۔ اس امر کی تحقیق کے لیے ہمیں اس دور کے ثقافتی ماحول اور سیاسی پس منظر پر نگاہ ڈالنی چاہیے جس سے متاثر ہونا اقبال جیسے فلسفی شاعر کے لیے ناگزیر تھا۔ یہ دور مسلمانان ہند کے لیے سخت ابتلا و آزمائش کا دور تھا جس کا سلسلہ بیسوی صدی کے آغاز سے لے کر ۱۹۱۴ء کے آخر تک رہا۔ اسی زمانے میں ہمعصر مخالف قوتیں حکومت انگلسیہ کا سہارا لے کر مسلمانوں کے جداگانہ وجود کو ختم کرانا چاہتی تھیں۔ اس عہد میں اسلامیان

ہند کو "خودی" کا بھولا ہوا سبق سکھانے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کی نیو پڑی تھی۔ گرد و پیش کے ان حالات کا اثر اقبال کے کلام پر پڑا۔ چنانچہ "صدائے درد"، "ایک آرزو"، "فریاد امت"، "تصویر درد"، "نیا شوالہ"، "پیام عمل"، "نالہ یتیم"، "شکوہ و جواب شکوہ"، "قطعہ" وغیرہ وغیرہ اسی دور کی یادگاریں ہیں۔ اقبال کی یہ نظمیں اور اس عہد کی متعدد غزلیں وقتاً فوقتاً ملک کے مؤقر جرائد اور مستند رسائل اور گلدستوں میں زیب قرطاس ہوتی رہیں۔ (انور حارث، ۱۹۷۷: ل، م)

امتداد زمانہ اس نوع کے کلام اور اس کے اقدار کو گھن نہیں لگا سکا۔ ۱۹۴۷ء کے لاثانی انقلاب نے جہاں تاریخ کے ایک اہم باب کا خاتمہ کر دیا، وہاں اس شدید ضرورت کا بھی احساس دلایا کہ نقوش ماضی کا آئینہ حال میں مطالعہ کیا جائے اور جس ماضی کا تعلق "اقبالیات" سے ہو اس کو نظر انداز کرنا تاریخ کے ایک عظیم الشان پہلو سے پہلو تہی کرنا ہے۔ اسی حقیقت کو جناب محمد اسحاق امر تسری صاحب نے اپنی جامع تقریظ میں اجاگر فرمایا ہے اور میں اسحاق صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کمال مہربانی اور شفقت سے ایک قلیل عرصہ میں یہ کام سر انجام دیا۔ (انور حارث، ۱۹۷۷: و)

اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے "سرود رفتہ" میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

باقی رہی یہ بات کہ خود اقبال نے جن چیزوں کو قلم انداز کر دینا مناسب سمجھا اس لیے کہ وہ ان کے نزدیک معیاری نہ تھیں تو ہم کیوں انھیں بالاہتمام بروئے کار لائیں؟ کیا ہم غیر معیاری چیزیں محفوظ کر کے ان کی کوئی خدمت انجام دیں گے؟ تو بادی النظر میں یہ بات جتنی وزنی معلوم ہوتی ہے دراصل اتنی وزنی نہیں کیوں؟ اس لیے کہ:

۱۔ اقبال کا مستند کلام زیادہ سے زیادہ شہرت پا چکا ہے۔ ان کی تصانیف معلوم و معروف ہیں۔ اب کوئی نئی چیز ان میں داخل نہیں ہو سکتی اور ایسا کوئی اندیشہ نہیں کہ ان کی ابتدائی چیزوں یا قلم انداز کیے ہوئے شعروں کو مرتب کی جائے گا تو معاذ اللہ مرحوم کے لیے سبکی کا کوئی پہلو پیدا ہو گا۔

۲۔ اقبال کے پیش نظر صرف ایک خاص تعلیم تھی، ایک خاص پیغام تھا۔ ہمارے پیش و نظر دوسرے مقاصد میں بھی ہیں جو مطالعہ اقبال کے اہم اجزا ہیں۔

۳۔ خود ان نظموں میں بھی اس مرحوم کی عظمت کے بعض ایسے پہلو موجود ہیں جو اکثر دوسرے شعرا کے مستند اشعار میں بھی بہت کم نظر آئیں گے۔ مثلاً صرف اسی پہلو کو دیکھیے کہ ایسے بلند پایہ اشعار محض اس لیے نظر انداز کر دیئے کہ فکر و نظر کے اعتبار سے ان کے نزدیک معیاری نہ تھے یا جو پیغام ان کی زندگی کا نصب العین تھا، اس سے ان اشعار کو زیادہ مناسبت نہ تھی۔ (مہر و دیگر،۱۹۵۹: ۱۸)

اگر علامہ اقبال کے باقیات شعر کا جائزہ لیا جائے تو کم و بیش چالیس فیصد اردو کلام علامہ اقبال کے مطبوعہ کلام کا حصہ نہیں ہے جس سے نہ صرف علامہ اقبال کے شعری سرمائے کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس سے اس امر کا تعین بھی ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مطبوعہ کلام کے انتخاب کے لیے کتنا سخت معیار رکھا تھا کہ انہوں نے اشعار کا چالیس فیصد اس کا حصہ نہیں بنایا۔ باقیات کے تمام مجموعوں میں سرفہرست پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی کا باقیات شعر اقبال ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر سید تقی عابدی نے بھی باقیات اقبال کے نام سے مجموعہ مرتب کیا۔

اگر ڈاکٹر سید تقی عابدی کے باقیات اقبال کا جائزہ لیں تو یہ باقیات شعر اقبال ڈاکٹر صابر کلوروی ہی کا تکرار ہے۔ تاہم اس میں کچھ ایسے نئے پہلو ضرور ہیں جو اہل علم کے لیے افادیت کے حامل ہیں (تقی عابدی، ۲۰۲۳: ۱۱)۔

تقی عابدی کی کتاب کا یہ حصہ ایک لحاظ سے اہل علم کے لیے باقیات شعر اقبال کی تفصیل کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ اس سے باقیات شعر اقبال کی مختلف حصوں کی اہمیت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اس باب میں ایک بڑا اہم مبحث یہ ہے کہ 'علامہ اقبال کی شاعری میں استاد کون تھے؟' (تقی عابدی، ۲۰۲۳: ۱۲) علامہ اقبال کے ساتھ داغ دہلوی کے اس تعلق کو زیر بحث لاتے ہوئے ڈاکٹر تقی عابدی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال داغ دہلوی کے رجسٹرڈ شاگردوں میں شامل تھے۔ داغ دہلوی حیدرآباد دکن میں نظام دکن کے استاد تھے اور ان کے ہزاروں شاگرد تھے۔ ایک مستند تحریر کے مطابق داغ دہلوی کے شاگردوں کی تعداد پانچ ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ ان کے پاس ان پانچ ہزار شاگردوں کے نام اور ان کے پتے محفوظ تھے۔ علامہ اقبال بھی اس فہرست میں شامل تھے۔ علامہ اقبال کی پہلی غزل جو ان کے مطبوعہ کلام میں موجود نہیں سب سے پہلے زبان دہلی میں ستمبر ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی جس کا مطلع یہ تھا:

آب تیغ یار تھوڑا سا نہ لے کر رکھ دیا
باغ جنت میں خدا نے آب کوثر رکھ دیا

(صابر کلوروی، ۲۰۰۴ء: ۲۳۷)

اس غزل کے تعارف میں علامہ اقبال کے نام کے ساتھ تلمیذ داغ دہلوی لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد بھی چند مثالیں دی گئی ہیں جن سے ڈاکٹر سید تقی عابدی نے یہ ثابت کیا ہے کہ علامہ اقبال شاعری میں داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد ان مختلف بیانات کی تحقیق کی گئی ہے جن میں دیگر کئی شخصیت کو بطور استاد شعر علامہ اقبال کے ساتھ تعلق بیان کیا جاتا رہا ہے۔ ان میں مولوی میر حسن، ارشد گورگانی، مولانا غلام قادر گرامی کے نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان شخصیات میں سے کسی کو بھی علامہ اقبال کا شاعری میں استاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ گو مختلف مواقع پر یہ شخصیات علامہ اقبال کے اشعار کی تعریف و توصیف کرتی رہیں یا خود علامہ اقبال ان سے مختلف حوالوں سے مشاورت کرتے رہے۔ اسی ذیل میں ایک اہم مبحث 'کیا علامہ اقبال نے اپنا کچھ کلام ضائع کر دیا؟' بھی شامل ہے۔ (تقی

عابدی، ۲۰۲۳: ۳۸) یہاں انہوں نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی خود نوشت "اپنا گریباں چاک" میں بیان کیا ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ والد محترم نے منشی طاہر الدین کے سامنے کاغذوں سے بھرا ایک ٹرنک رکھوایا اور اس میں سے خود چھانٹ چھانٹ کر بعض تصاویر اور کاغذات انہیں انگیٹھی میں جلتی ہوئی آگ میں ڈالنے کو دیئے۔ وہ تصاویر اور کاغذات ان کے سامنے جلا دیئے گئے جو کاغذات یا مسودات بچ گئے اب اقبال میوزیم کی زینت ہیں۔ میرے والد کے ذاتی کاغذات میں سے وہی ہیں جو انہوں نے بذات خود محفوظ رکھنے کے قابل سمجھے۔ یہاں اس بیان سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ عین ممکن ہے علامہ اقبال نے اپنا بہت سا شعری سرمایہ بھی نذر آتش کیا ہو۔ اس کے بعد ڈاکٹر تقی عابدی اس نکتے کو زیر بحث لاتے ہیں کہ علامہ اقبال نے دانستہ طور پر جو کلام اپنے متداول کلام میں شامل نہیں کیا اسے باقیات میں یا باقیات کے عنوان سے کیوں شائع کیا جائے اور اس کے لیے انہوں نے کافی قابل قبول دلائل فراہم کیے ہیں۔

ڈاکٹر تقی عابدی نے 'باقیات اقبال کے ماخذات' کے عنوان سے ایک طویل مقالہ اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے جس میں ان تمام ماخذات کو کم و بیش جمع کر دیا ہے جہاں سے باقیات اقبال میں شامل اشعار اخذ کیے گئے ہیں۔ (تقی عابدی، ۲۰۲۳: ۵۲) یہاں بھی یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ اس باب میں بھی انہوں نے زیادہ تر ڈاکٹر صابر کلوروی کی تحقیق پر ہی انحصار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ہم اس تحریر میں محققین اور سکالرز کی سہولت اور تحقیقی انہماک کو مہمیز کرنے کے لیے ڈاکٹر صابر کلوروی کے چند تحقیقی نکات کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے عرق ریزی، محنت اور مسلسل تلاش کر کے ان رسائل و اخبارات پر مفصل روشنی ڈالی ہے جنہیں ہم یہاں خلاصہ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر تقی عابدی نے ڈاکٹر صابر کلوروی کی ماخذات سے متعلق تحقیق کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ کتاب کا ایک اہم حصہ باقیات کے مجموعہ جات کا جدول ہے۔ جس میں ڈاکٹر تقی عابدی نے متروکہ کلام کو مختلف باقیات مجموعوں میں شامل کیے جانے کی تفصیلات کو ایک جدول کی صورت میں مرتب کر دیا ہے۔ انہوں نے متروکہ کلام کو باقیات شعر اقبال، ایجاز اقبال، رخت سفر، معینی باقیات، نوادر اقبال، سرود رفتہ، روزگار فقیر، ابتدائی کلام، تبرکات اقبال

اور دیگر ماخذات کے تقابل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن یہاں ہمارے پیش نظر صرف باقیات شعر اقبال کا معاملہ ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر تقی عابدی نے جن جن متروکہ نظموں یا اشعار کو اس جدول میں صفحہ ۷۲ سے صفحہ ۸۶ تک باقیات شعر اقبال میں موجود نہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ وہ سارا کلام باقیات شعر اقبال میں موجود ہے جس کی تفصیل ہم یہاں دے رہے ہیں۔(تقی عابدی،۲۰۲۳: ۷۲)

نظم	صفحہ باقیات شعر اقبال
درویشی	۴۴۴
ہمت	۵۴۰
تاج محل	۵۴۴
مرغ اسیر کی نصیحت	۵۴۶
معریٰ	۵۴۸
غزل	
جہاں زندگی ہے، وہاں آرزو	۴۰۴
حشر کو مانتا ہوں بن دیکھے (وضاحتی نوٹ بھی درج ہے کہ یہ غزل انور دہلوی کی ہے)	۵۵۲
دلدادۂ ہوائے فصل بہار ہوں میں	۵۴۲
گردوں کو کوئی زمین کر سکتا ہے	۳۲۱،۴۳۲
برتر ہے مہر و ماہ و ثریا سے شان مرد	۴۹۶
غافل مری نوائے پریشاں میں ڈوب جا	۴۹۶
مرے سینے میں تھا سویا ہوا دل	۴۹۶
بیابانوں میں سیل بے کراں دیکھ	۴۹۷
کرے میری نگاہ نکتہ بیں کیا	۴۹۷
رہ و رسم مقام دلبری	۴۹۷
دستور تھا کہ ہوتا تھا پہلے زمانے میں	۴۲۶

باہر ہوئے جاتے ہو کیوں جامے سے	۴۲۱
اک ینگ پارٹی ہے اس انجمن میں ایسی	۴۱۴
کچھ یونیورسٹی میں ڈوبا، جو باقی تھا بلقان گیا	۴۱۵
ہاتھوں سے اپنے دامِ دنیا نکل گیا	۴۲۰
مضمون انوکھے بنگالی اخباروں میں چھپواتے ہیں	۴۱۷
اسمِ اعظم کا وہ ذکرِ صبح گاہی اب کہاں	۴۱۷
جامع ومانع کوئی تعریفِ مسلم چاہیے	۴۱۸
ہندوستاں میں جزوِ حکومت ہیں کونسلیں	۴۱۹
عجب ہیں مغفرت کی راہیں کہ اس نے روزِ حساب مجھ سے	۵۴۴

باقیاتِ شعرِ اقبال میں ڈاکٹر صابر کلوروی کی دی ہوئی اس تحقیق سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ باقیاتِ شعرِ اقبال سے متعلقہ تقریباً ننانوے فیصد کام ڈاکٹر صابر کلوروی مکمل کر چکے تھے لہٰذا کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے دو امور کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے جو علمی دیانت کا تقاضا بھی ہے کہ ڈاکٹر صابر کلوروی کے کیے ہوئے کام کی جامعیت کا اعتراف کیا جائے اور اسی کام کو ترتیب نو سے پیش کرنے کی بجائے اگر اس پر کوئی مزید اضافہ ہو تو اس اضافے کو اپنی تحقیق کے طور پر پیش کیا جائے نہ کہ ڈاکٹر صابر کلوروی ہی کے کیے ہوئے کام کو ترتیب نو کے ساتھ اپنی تحقیق کا عنوان بنا دیا جائے۔

علامہ اقبال کی متروکہ نظموں میں ایک نظم 'جیہا منہ تئ چپیڑ' ہے جو باقیاتِ اقبال میں بھی موجود ہے۔ (صابر کلوروی، ۲۰۰۴: ۲۷۲- ۲۷۵) یہ نظم بہت متنازع مباحث کی حامل ہے۔ باقیاتِ شعرِ اقبال کا نیا مجموعہ مرتب کرتے ہوئے ان متنازع مباحث کو صاف کرنے کی ضرورت تھی۔ ڈاکٹر تقی عابدی نے یہاں بھی ڈاکٹر صابر کلوروی ہی کی تحقیق کو لفظ بہ لفظ نقل کر دیا ہے اور ڈاکٹر بشیر احمد ڈار کی تحقیق پر انحصار کرتے ہوئے اس نظم کو علامہ اقبال سے منسوب کیا ہے (ڈار، ۱۹۸۴: ۸) اور اس کا مآخذ کتاب 'آئنہ حق نما' کو قرار دیا جو یعقوب علی تراب احمد ایڈیٹر اخبار 'الحکم' نے ستمبر ۱۹۱۲ میں علامہ اقبال کی زندگی میں شائع کی تھی اور اس نظم میں شاعر

اقبال کو سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں ایف اے کا طالب علم بتایا گیا ہے۔ یہ نظم جس مضمون کے رد عمل میں لکھی گئی ہے سعد اللہ لدھیانوی کا مضمون تھا جو ۱۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو شائع ہوا۔ گویا یہ نظم بھی ۱۸۹۴ء ہی کے زمانے میں لکھی گئی ہو گی۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اس نظم کا قادیانی حلقوں میں بہت کم چرچا رہا۔ صرف ایک مضمون نگار نے اس طرف اشارہ کیا۔ شیخ اعجاز نے جہاں تحریک احمدیت سے علامہ اقبال کی دلچسپی کے دس ثبوت فراہم کیے انہوں نے بھی ان ثبوتوں میں اس نظم کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اس نظم کو علامہ اقبال سے منسوب کرنے کے حوالے سے درج ذیل نکات قابل تحقیق ہیں:

۱۔ جس وقت سعد اللہ لدھیانوی کا مضمون ۱۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو شائع ہوا اس وقت علامہ اقبال کی عمر ۱۷ سال بنتی ہے۔ کیا ۱۷ سال کی عمر میں علامہ اقبال نے اس طرح کی کوئی اور نظم لکھی؟

۲۔ نظم کے نیچے 'اقبال طالب علم ایف اے، سکاچ مشن سکول' لکھا ہوا ہے۔ کیا اس دور میں سکاچ مشن سکول میں اقبال نام کا ایک ہی طالب علم تھا یا اور طلباء علم بھی تھے۔

۳۔ کیا اس وقت اس ادارے کا نام سکاچ مشن سکول تھا یا سکاچ مشن کالج۔ یہ امر بھی متنازع ہے کیونکہ علامہ اقبال کی ایف اے کی سند پر سیالکوٹ سکاچ مشن کالج لکھا ہوا ہے۔

۴۔ علامہ اقبال کا میٹرک کا نتیجہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کو نکلا جبکہ ایف اے کا نتیجہ ۱۶ مئی ۱۸۹۴ کو پنجاب گزٹ میں شائع ہوا۔ گویا اس عرصے کے درمیان میں علامہ نے یہ نظم لکھی۔ کیا میٹرک اور ایف اے کے اس درمیانی دور میں علامہ اقبال کا کوئی شعری نمونہ ریکارڈ پر موجود ہے۔

۵۔ علامہ اقبال نے جو تراکیب یہاں استعمال کیں اور جس اسلوب کے ساتھ یہ نظم لکھی کیا اس اسلوب کا علامہ اقبال کے ابتدائی دور میں کسی اور نظم پر اثر نظر آتا ہے۔

٦۔ یہ دیکھنا بھی درکار ہے کہ کیا اس اسلوب کی حامل کوئی اور نظم اس دور کے کسی دیگر علمی رسالے خصوصاً اس رسالے جس میں یہ نظم شائع ہوئی تھی میں بھی شائع ہوئی جو کسی اور شاعر کا کلام ہو اور اس کا اسلوب اس نظم سے ملتا ہو۔

٧۔ کیا بعد ازاں علامہ اقبال کی زندگی میں کبھی علامہ اقبال کے ہاں یہ نظم موضوع بحث بنی۔

اس طرح کے سوالات کا جواب دیئے بغیر اس نظم کو علامہ اقبال سے منسوب کرنا بہت سے اعتراضات کو جنم دیتا ہے۔ باقیات اقبال کا ایک نیا مجموعہ مرتب کرتے ہوئے ضرورت اس امر کی تھی کہ باقیات کے حوالے سے اٹھنے والے سوالات خصوصاً اس سوال کا جواب ضرور دیا جاتا کیونکہ اس سوال کا تعلق ایک ایسے نکتہ نظر کے ساتھ ہے جس کے خلاف علامہ اقبال ساری زندگی جدوجہد کرتے رہے اور ان کی شعری اور نثری تحریریں اس کی گواہ ہیں۔ یہی نظم مرزا ناصر احمد کی طرف سے قومی اسمبلی کے قادیانی ایشو پر ہونے والے اِن کیمرہ اجلاس میں علامہ اقبال کی قادیانیت کے حمایت کرنے کی تائید میں پیش کی گئی جس پر یحیٰی بختیار نے جرح بھی کی(The National Assembly 1974: 744-745)یعنی اگر اس نظم کو علامہ اقبال سے منسوب کیا جائے تو اس کے کچھ اعتقادی اور قانونی مضمرات بھی ہوں گے۔ اس نظم کے علامہ اقبال سے انتساب کا تجزیہ کرتے ہوئے خرم علی شفیق لکھتے ہیں: ”وہ ہجو جسے اقبال سے منسوب کیا جاتا ہے اقبال کی معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا براہ راست ماخذ کوئی ہمعصر اخبار نہیں بلکہ بعد میں چھپی ہوئی ایک کتاب ہے۔ اس میں جو روانی ہے وہ اقبال کی اس زمانے کی مستند غزلوں میں کہیں دکھائی نہیں دیتی اور جس قسم کا ابتذال ہے اس کی کوئی اور مثال بھی اقبال کے یہاں نہیں ملتی بلکہ عجیب سا لگتا ہے کہ ایف اے کے زمانے میں وہ بعض ناگوار تشبیہات سے لبریز نظم کسی ایسے رسالے میں شائع کرواتے جسے ان کے بزرگوں کی نظر سے گزرنا تھا“ (شفیق،٢٠٠٨: ٨)۔

کتابیات

۱. انور حارث، (۱۹۷۷ء)، رخت سفر (شاعر مشرق کا غیر مدون کلام)، محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ، کراچی۔

۲. ڈار، بشیر احمد، (۱۹۸۴ء)، اقبال اور احمدیت، آئینہ ادب، لاہور۔

۳. تقی عابدی، ڈاکٹر سید، (۲۰۲۳ء)، باقیات اقبال، بک کارنر، جہلم۔

۴. شفیق، خرم علی، (۲۰۰۸ء)، اقبال - ابتدائی دور ۱۹۰۴ تک، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔

۵. صابر کلوروی، ڈاکٹر، (۲۰۰۴ء)، کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔

۶. عبد الغفار شکیل، (۱۳۷۷ھ)، نوادر اقبال، سر سید بک ڈپو، علی گڑھ

۷. عظیم آبادی، محمد بشیر الحق دیسنوی، (۱۹۵۹ء)، کوہ نور پریس، دہلی۔

۸. فقیر سید وحید الدین، (۱۹۸۸ء)، روز گار فقیر (جلد اول و دوم)، آتش فشاں پبلیکیشنز، لاہور۔

۹. گیان چند، ڈاکٹر، (۱۹۸۸ء)، ابتدائی کلام اقبال – بہ ترتیب مہ و سال، اردو ریسرچ سنٹر، حیدر آباد

۱۰. معینی، عبد الواحد، (۱۹۷۸ء)، باقیات اقبال، آئینہ ادب، لاہور۔

۱۱. مہر، غلام رسول و صادق علی دلاوری، (۱۹۵۹ء)، سرود رفتہ، کتاب منزل، لاہور۔

12. The National Assembly of Pakistan, Proceedings of the Special Committee of the Whole House held in Camera to Consider the Qadiani Issue, 9th August 1974.

****